ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیقی و تدوینی خدمات

حافظ محمد عامر
لیکچرار، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

Abstract:
As our rich literary tradition demands to remember it and to save it in golden coated words, this article is a research based effort to approach and restore the remarkable works of a Well known literary Personality Waheed Qureshi. This article mainly comprises of his Comprehensive Introduction, his metal in field of Research as well as professional and institutional services.

Keywords:
مخطوطات، نشو نما، اقتصادی، الفر ڈپٹیالہ، فرائض، معتمد، ادبی، استخراج، سہل نگاری۔

ڈاکٹر وحید قریشی اپنے عہد کے نامور محقق، نقاد اور ادیب ہیں۔ ان کی علمی و ادبی شخصیت بہت سی حیثیتوں کی جامع ہے مثلاً مخطوطہ شناس، تدوین کار، ماہر غالبیات، اقبال شناس، مزاح نگار، شاعر اور کالم نویس وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک بہترین معلم اور اعلیٰ درجے کے منتظم بھی رہے۔ طویل عرصے تک درس و تدریس کے ساتھ انہوں نے متعدد علمی اور تحقیقی اداروں کو منظم کیا۔ کتابیں شائع کیں اور رسائل و جرائد مرتب کیے...یوں بلا مبالغہ وہ ایک جامع الحیثیات شخصیت کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی کا آبائی شجرہ نسب چھ واسطوں سے سلسلہ قادریہ کے ممتاز صوفی اور صاحب ولایت بزرگ حضرت شاہ جمال نوری (م ۱۰۶۱ء) سے ملتا ہے اور کئی واسطوں سے حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچتا ہے۔(۱)

حضرت شاہ جمال نوری صرف ایک واسطے سے حضرت میاں میر لاہوری کے مرید تھے۔ یعنی حضرت شاہ جمال، حضرت ابو سعید سے اور حضرت ابو سعید حضرت میاں میر لاہوری سے بیعت تھے۔ دراصل شاہ جمال کے جد اعلیٰ محمد بن قاسم کی قیادت میں برعظیم میں آئے تھے۔ اسلامی فتوحات کے بعد آپ کچھ عرصہ اُچ (سندھ) میں مقیم ہوئے اور بعد ازاں انہی کی ایک شاخ نے ڈیرہ غازی خان بمقام حضرت والا میں سکونت اختیار کی اور درس و تدریس کا شغل اپنایا۔ بعد ازاں حضرت شاہ جمال نوری لاہور آ گئے اور حضرت اسماعیل عرف میاں وڈا سے علوم دینی کے اعلیٰ مدارج طے کرتے ہوئے میاں میر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور ان کے مرید خلیفہ حضرت شاہ ابو سعید

سے روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کے ارشاد پر موضوع کھیالی گوجرانوالہ چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کی اور ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔

حضرت شاہ جمال نوری کے دو فرزند تھے۔ بڑے بیٹے شاہ عبدالرحیم سجادہ نشین ہوئے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شیر محمد غازی سجادہ نشین ہوئے۔ شاہ عبدالرحیم کے بیٹے مولوی خدابخش کے ایک فرزند مولوی محمد سعید تھے جن کے چار فرزندوں میں سے ایک مولوی نظام الدین جن کے بیٹے مولوی محمد اشرف قریشی ڈاکٹر وحید قریشی کے پر دادا تھے۔ آپ کے پر دادا اس خاندان کے پہلے شخص تھے جنہوں نے انگریزوں کی ملازمت اختیار کی۔ وہ پہلے تحصیل دار اور ریٹائر ہونے پر آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز رہے اور ۹۶-۱۸۹۵ میں گوجرانوالہ آکر زندگی کے آخری ماہ و سال گزارے۔

مولوی محمد اشرف قریشی کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی میں سے سات بیٹے اور دو بیٹیاں اور دوسری میں سے دو بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ ان تین فرزندوں میں سب سے بڑے مولوی احمد علی ڈاکٹر وحید قریشی کے نانا اور سب سے چھوٹے مولوی امیر علی قریشی ڈاکٹر وحید قریشی کے دادا تھے۔ مولوی احمد علی قریشی میانوالی میونسپل کمیٹی میں آفس سپرنٹنڈنٹ تھے۔ مولوی امیر علی قریشی نے بطور ایس ایچ او نوکری کا آغاز کیا۔ وہ پنجاب کے پہلے مسلمان ڈی ایس پی مقرر ہوئے۔ ملازمت کے دوران ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں میں سے مجھے محمد لطیف قریشی ڈاکٹر وحید قریشی کے والد گرامی تھے۔ محمد لطیف قریشی ۱۲ دسمبر ۱۸۹۸ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ خالصہ کالج گوجرانوالہ سے ایف اے کیا۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں بی۔ اے کے آخری سال میں تھے کہ والد انتقال فرما گئے لہٰذا محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر ملازم ہو گئے۔ بارہ تیرہ سال ساہیوال رہے پھر بطور ایس ایچ او لاہور آ گئے۔ جہاں مزنگ اور انارکلی کے تھانوں میں خدمات انجام دیں۔ پھر کچھ عرصہ ستراہ، پسرور، سمبڑیال اور سیالکوٹ میں بھی ملازمت کی۔ ۱۹۴۹ء میں ہرنیا کی شکایت اور کچھ ذاتی مجبوری کی وجہ سے پنشن حاصل کی۔ انہوں نے یکم اگست ۱۹۹۱ء کو رحلت فرمائی۔ شگفتہ مزاجی، تقویٰ، شرافت اور وضعداری ہر ملنے والے کو ان کا گرویدہ بنا لیتی تھی۔ آپ سراپا شفقت اور سراپا اخلاص تھے۔ محمد لطیف قریشی کی شادی پچیس سال کی عمر میں اپنے تایا مولوی احمد علی قریشی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان دنوں مولوی احمد علی قریشی میانوالی میونسپل کمیٹی میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ شادی کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام سعدیہ رکھا گیا۔ پھر وحید قریشی پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء ہے۔ دونوں میں ڈیڑھ سال کا فرق تھا لیکن نو عمری ہی میں آپ کی ہمشیرہ (۱۹۴۰ء

میں) انتقال فرما گئیں۔ راقم کے ساتھ انٹرویو کے دوران آپ نے ہمشیرہ کے انتقال کی وجہ ٹائیفائیڈ بتائی۔ جو جان لیوا ثابت ہوا۔ جس کا انہیں حد درجہ صدمہ ہوا۔ اسی گفتگو کے دوران ڈاکٹر وحید قریشی نے بتایا کہ ان کو بھی ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا لیکن آپ خدا کی قدرت سے جلد ہی صحت یاب ہو گئے۔

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے راقم السطور سے گفتگو کے دوران اپنے بچپن اور زمانہ طالب علمی پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ابھی پندرہ برس کے تھے کہ ان کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا۔ لہذا اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے تعلیم کا بہت خیال رکھا گیا جب آپ نے ہوش سنبھالا تو والد صاحب کی پوسٹنگ ڈیرہ رحیم یار خاں میں تھی۔ پھر ۱۹۳۰ء میں کسووال سے پہلی جماعت کا آغاز کیا اور تیسری جماعت تک کسووال میں رہے۔ وہاں سے تانگے پر باقاعدہ ملازم کے ساتھ چک نمبر ۴ کے سکول میں آتے تھے۔ پہلی جماعت ہی سے گھر پر ٹیوٹر رکھ کر دیا گیا تھا جن کا نام ماسٹر اللہ یار تھا۔ ۱۹۳۲ء تک یہاں رہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے بتایا کہ ۱۹۷۲ء میں ماسٹر اللہ یار بطور خاص ان سے ملنے کے لئے آئے۔

اس کے بعد والد تو ساہیوال رہے اور آپ کو میانوالی نانا کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہیں پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر حویلی لکھا سے ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۵ء جماعت چہارم اور پنجم کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے چک بیدی میں رہائش کے دوران چھٹی جماعت میں گوجرانوالہ سکول میں داخلہ لے لیا اور یوں ششم تا ہشتم محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ (۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء) وہیں تعلیم پائی۔ اس دوران آپ کے ٹیوٹر خورشید صاحب رہے۔ آپ نے راقم السطور سے گفتگو کے دوران بتایا کہ خورشید صاحب دوسری سے نویں جماعت تک میرے ٹیوٹر رہے اور مجھ میں شعر و ادب کا ذوق پیدا کیا اور یہی ذوق ڈی لٹ اردو کرنے کا سبب بنا۔ جہاں جہاں آپ کے والد صاحب کی پوسٹنگ ہوئی ان کا بھی وہیں پر تبادلہ کروا دیا جاتا تھا۔

جب آپ کے والد کا تبادلہ لاہور بطور انچارج تھانہ انار کلی ہوا تو جماعت نہم میں سنٹرل ماڈل سکول لاہور میں داخلہ لیا۔ دو ماہ بعد ہی والد محترم کے تبادلے کے سبب اسلامیہ ہائی سکول شملہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آٹھ ماہ بعد ۱۹۳۹ء میں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور میں داخل ہو گئے اور پھر یہاں سے ۱۹۴۰ء میں ایک اضافی مضمون کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب لاہور ریزولوشن پاس ہوا۔ آپ کی صرف ایک دو نمبروں سے فرسٹ ڈویژن رہ گئی جبکہ آپ کے ہم جماعت ڈاکٹر جاوید اقبال نے تھرڈ ڈویژن میں اور عنایت اللہ نے فرسٹ

ڈویژن میں میٹرک پاس کی۔اس دور میں ڈاکٹر وحید قریشی کو ڈرائنگ کا بے حد شوق تھا اسی لئے اس میں ٹاپ کیا لیکن آپ کے والد صاحب نے کہا کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں میتھ میں داخلہ لیں۔(۲)

گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف۔اے کے لئے جن مضامین کا انتخاب کیا گیا وہ حساب، فارسی اور ہسٹری تھے اور اردو اضافی مضمون کے طور پر رکھی۔ جن میں سے ہسٹری ان کا پسندیدہ مضمون رہا۔انہوں نے بتایا کہ ۱۹۴۲ء میں جب وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں تھے۔ تبھی سے انہیں ذاتی لائبریری بنانے کا شوق پیدا ہوا اور اس شوق کے تحت وہ جدید اردو شاعری اور فارسی شاعری کی کتابیں جمع کرنے لگے۔اس شوق کے پیچھے دراصل ڈاکٹر وحید قریشی کے بچپن کا ادبی ماحول تھا۔اقبال کی بانگ درا اور ادبی جریدے ”عالمگیر اور نیرنگ خیال وغیرہ والد صاحب کے مطالعے میں رہتے تھے۔اس پر کالج میں آپ کے فارسی کے استاد اور صاحب اسلوب شاعر صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی ادبی تربیت نے شعر گوئی کے شوق کو جلا بخشی۔اسی زمانے میں انہوں نے شاعری شروع کی اور اختر شیرانی حفیظ جالندھری اور احسان دانش کے تتبع میں شعر کہے۔

۱۹۴۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف اے کیا۔یہ حالات دیکھتے ہوئے والد صاحب نے کہا کہ انجینئر تو بن نہیں سکتے لہذا وکیل بن جاؤ اور پیسے دیئے کہ لا کالج لاہور میں داخلہ لے لیں لیکن دروازے پر جا کر آپ کا ارادہ بدل گیا اور جی سی پہنچ گئے۔ یہاں سے ۱۹۴۴ء میں بی۔اے (آنرز فارسی) مع اضافی زبان اردو بحیثیت جدید ہندوستانی زبان میں کیا۔یہاں مختلف مضامین کے جن اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی ان کے نام یہ ہیں۔

انگریزی مضمون اشفاق علی خاں سے، اردو ریاض الدین سے اور فارسی سلیم فارانی سے پڑھی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر محمد صادق، جمیل واسطی، بیلرون ڈھینگرہ ہریش چندر، ملک عبدالحمید اور آئی سی مترا سے فیض یاب ہوئے اور ان کے چہیتے شاگردوں میں شامل رہے۔کالج کے ابتدائی زمانے میں آپ نہایت کم آمیز تھے لیکن بعد میں یہ خول ٹوٹ گیا۔بی اے کے دونوں سال آزاد مطالعے، تلاش ذات اور کشف ذات میں بسر کیے۔ایک طرف عالم اور باذوق اساتذہ تھے تو دوسری طرف گھر کا ماحول سازگار مہربان والد اور سراپا شفقت والدہ یعنی زندگی کے تمام وسائل قربان کرنے والے والدین اس پر ہمہ جہت مطالعے کا شوق اور زندگی میں بلند ترین مقام حاصل کرنے کا نصب العین، ان سب چیزوں نے مل کر ایک ایسی شخصیت کی نشو ونما کی جس کے فکری مدار میں علم و ادب کے میدان میں فتوحات کا سلسلہ قائم ہوا۔۱۹۴۴ء میں آپ نے بی۔اے (آنرز فارسی) (مع اضافی زبان اردو بحیثیت جدید ہندوستانی زبان) کیا۔اس دور طالب علمی کے بارے میں آپ نے راقم الحروف کو بتایا:

"اس زمانے گورنمنٹ کالج میں داخلے کے لیے کوٹے کا طریقہ رائج تھا جس میں سے چالیس فیصد مسلمانوں کا کوٹہ ہوتا تھا اسی وجہ سے داخلہ بھی مل گیا اور بی اے میں جن مضامین کا انتخاب کیا وہ فارسی تاریخ اور فارسی آنرز تھے۔ اس وقت جن اساتذہ کرام سے پڑھا ان میں صوفی تبسم، شجاع احمد، آئی سی نند کے علاوہ عنایت اللہ، ڈاکٹر محمد صادق، جمیل واسطی، ہریش چندر، بیلرون ڈھینگرہ شامل تھے جبکہ میاں ریاض الدین اردو پڑھاتے اور ڈاکٹر صادق انگریزی سلیم فارانی فارسی ان کے علاوہ ملک عبد الحمید، اشفاق علی خاں اور ملک عبد الحمید سے پڑھا۔ پھر ۱۹۴۳ء میں نذیر احمد فارسی کے ٹیوٹر تھے۔ بی اے کے بعد ایم اے فارسی میں داخلہ لیا جس کے دو پرچے G.C میں پڑھائے جاتے اور ایک پرچہ یونیورسٹی جو کہ پروفیسر اقبال پڑھاتے تھے۔ مشترکہ کلاس کی وجہ سے جگن ناتھ آزاد کلاس فیلوز رہے۔ G.C میں جو ہم جماعت ہیں ان میں عزت الدین، مرتضیٰ پراچا، احمد بخاری اور جاوید اقبال ہیں اور جن اساتذہ سے ایم اے میں پڑھا ان میں صوفی تبسم، اے ایم شوستری، سید عبد اللہ، عابد علی عابد، ڈاکٹر پروفیسر محمود، چوہتھ رام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پروفیسر مولوی محمد شفیع جیسے صاحبانِ علم نے فنِ تحقیق کے بنیادی اسرار و رموز سکھائے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دور میں فارسی انگریزی زبان میں پڑھائی جاتی تھی۔"

۱۹۴۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے فارسی کرنے کے بعد ایک سال (۱۹۴۷ء میں) ایم اے تاریخ کی کلاسوں کی تکمیل کی۔ یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ آپ کے دادا جان (پہلے) ڈی ایس پی پنجاب تھے۔ والد تایا اور چچا کے علاوہ ماموں بھی پولیس میں تھے۔ لیکن آپ کی رغبت ادب اور فنونِ لطیفہ کی طرف رہی۔ ایک سوال کے جواب میں کہ آپ نے سول سروس میں جانے کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے بتایا:

"میں نے ۱۹۵۰ء میں امتحان دیا۔ تحریری امتحان میں کم نمبر تھے البتہ انٹرویو میں آٹھویں پوزیشن تھی اور مجھے پینتالیسویں پوزیشن کی وجہ سے پوسٹل سروس میں آفر مل گئی تھی۔ لیکن میں نے جائن کرنے سے انکار کر دیا۔"(۳)

۱۹۵۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے تاریخ (تیسری پوزیشن سے) پاس کر لیا۔ پارٹیشن کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ایم اے تاریخ میں دو سال سے زیادہ عرصہ لگ گیا لیکن ساتھ ہی ۱۹۴۰ء میں فارسی میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب کو الفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالرشپ ملا۔ اس طرح ۱۹۵۰ء میں فارسی کی ڈاکٹریٹ مکمل کی اور ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی ایچ ڈی فارسی کی ڈگری حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں ڈاکٹر وحید

قریشی کے والد صاحب نے ریٹائرمنٹ حاصل کر لی تھی جس سے اقتصادی مشکلات در آئیں۔ اس بارے میں اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"جب میں تاریخ میں ایم۔اے کر رہا تھا، مجھے الفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالرشپ مل گیا تاکہ میں فارسی میں پی ایچ ڈی کر لوں۔ اس زمانے میں والد صاحب پنشن پر آگئے تھے لیکن ان کی مالی حالت اتنی مستحکم نہیں تھی تاہم انہوں نے گوجرانوالہ شہر کے قریب ایک زمانے میں دوا ایکٹر زمین خرید لی تھی۔ وہ بعد میں انہوں نے پلاٹ بنا کر فروخت کی اور میری تعلیم زیادہ تر ان پلاٹوں کی مدد ہی سے ہوتی رہی۔ الفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالرشپ میں مجھے ۷۲ روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اور میں یونیورسٹی کا ملازم تصور کیا جاتا تھا۔ سو روپے کے قریب والد صاحب گھر سے بھیج دیتے تھے اس طرح میں آدھے پیسے خرچ کر لیتا اور آدھے پیسوں کی کتابیں خرید لیتا"(۴)

ستمبر ۱۹۴۷ء میں بطور الفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور تقرر ہوا اور مارچ ۱۹۵۰ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے اور پھر ۶ فروری ۱۹۵۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۵۶ء بطور لیکچرر تاریخ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ میں کام کرنے کے بعد ۲ جنوری ۱۹۵۷ء تا ۲۴ اگست ۱۹۵۸ء میں بطور لیکچرر تاریخ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ رہے۔ ۲۵ اگست ۱۹۵۸ء میں بطور لیکچرر اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں مقرر ہوئے بعد ازاں جب اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور ڈگری کالج بن گیا تو اس میں منتقل ہونے کے بعد فارسی کے صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ ان سے پہلے پروفیسر علم الدین سالک صدر شعبہ تھے اور ان کی پرنسپل حمید احمد خان سے نہیں بنتی تھی چنانچہ وہ وائس پرنسپل بن کر ریلوے روڈ اسلامیہ کالج چلے گئے۔ آپ نے راقم الحروف سے اپنی پریکٹیکل زندگی کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:

"زندگی میں کوئی کامیابی مجھے آسانی سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ بہت جدوجہد کے بعد حاصل ہوئی یہاں تک کہ اپنا حق بھی بعض اوقات لڑ کر اور چھین کر لینا پڑا۔ جب میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں آیا تو میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس زمانے میں کرنل اسلم پرنسپل تھے اور تاریخ کے کسی آدمی کو اپنے ہاں لینا چاہتے تھے۔ میں نے گوجرانوالہ سے درخواست دی لیکن کرنل اسلم اپنے کسی پسندیدہ شخص کو لینا چاہتے تھے۔ ادھر انجمن نے تعلیم اور تجربے کی بنا پر میرا انتخاب کیا اور ٹیلی گرام کے ذریعے میں نے اپنی رضامندی ارسال کر دی لیکن وہ ٹیلی گرام پرنسپل کے دفتر سے غائب کر دیا گیا اور مجھے کہا گیا کہ آپ کی طرف سے رضامندی موصول نہ ہونے کی وجہ سے کسی اور

کا تقرر کر دیا گیا ہے۔ ادھر میں گوجرانوالہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر اور کشتیاں جلا کر آیا تھا چنانچہ بڑی تگ ودو کے بعد اپنے حق میں ثبوت فراہم کیے اور اسلامیہ کالج میں تقرر ہو گیا۔"

اسلامیہ کالج سول لائنز میں تدریس کے دوران ڈاکٹر صاحب نے ڈی لٹ اردو کیا۔ یہ ذہنی اور علمی زرخیزی کے لحاظ سے ڈاکٹر وحید قریشی کے سنہری دور کا آغاز تھا۔ علم و ذہانت کی وہ صلاحیتیں جو نسل در نسل ان تک پہنچی تھیں ان کا بھرپور استعمال کر رہے تھے اور انہیں بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے ایک وقت میں بہت سے پروجیکٹ شروع کر رکھے تھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب اورینٹل کالج میں بھی جز و وقتی تدریس کے لیے آیا کرتے تھے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کو اسلامیہ کالج سے فارغ ہو کر اورینٹل کالج شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی آ گئے۔ بطور سیکرٹری اور ڈائریکٹر (ایسوسی ایٹ پروفیسر / ریڈر کے مساوی عہدہ)، ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، محکمہ اوقاف لاہور، معہ سیکرٹری تنظیم نو کمیٹی دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۲ ستمبر ۱۹۶۴ء تک رہے۔ جبکہ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۲۱ دسمبر ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر صاحب کو بطور ریڈر (ایسوسی ایٹ پروفیسر) مقرر کیا۔ ۲۴ اپریل ۱۹۷۵ء تک اس عہدے پر فائز رہنے کے ساتھ ساتھ آپ ۱۹ ستمبر ۱۹۷۰ء تا نومبر ۱۹۷۱ء، انچارج شعبہ پنجابی اور اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور بھی رہے۔

دوسری طرف انہیں یکم جنوری ۱۹۷۳ء میں صدر شعبہ اردو اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور بنا دیا گیا اور ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء تک اسی عہدے پر فائز رہنے کے ساتھ ساتھ ۲۵ اپریل ۱۹۷۳ء میں یہیں پر انہیں غالب پروفیسر مقرر کیا گیا۔ یہ عہدہ ۱۳ فروری ۱۹۸۵ء تک انہیں کے پاس رہا۔ نہ صرف یہ عہدہ بلکہ ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ کے عہدے پر بھی ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء تا یکم فروری ۱۹۸۱ء فائز رہے۔

اردو کی تدریس کے علاوہ بطور صدر شعبہ پنجابی اور اورینٹل کالج کا چارج حکم ستمبر ۱۹۷۶ء تا حکیم مارچ ۱۹۷۷ء آپ کے پاس رہا۔ انہیں خدمات کے پیش نظر آپ کا تقرر بطور پرنسپل اورینٹل کالج ۱۳ اگست ۱۹۸۰ء میں ہوا اور ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء تک اس عہدے کے ہمراہ صدر شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی یکم مارچ ۱۹۷۹ء تا ۵ اپریل ۱۹۸۳ بھی رہے۔ اسی دوران یعنی ۱۹۸۰ء تا اپریل ۱۹۸۲ء آپ کے پاس ڈائریکٹر ساؤتھ ایشین سینٹر نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور کا اضافی چارج بھی تھا۔ اسی دور میں آپ نے اقبال اکادمی پاکستان لاہور میں ۲۷ جولائی ۱۹۸۲ء تا ۴ اپریل ۱۹۸۳ء بطور ناظم (اضافی فرائض) سرانجام دیئے۔

۱۳ فروری ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر وحید قریشی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے باقاعدہ ریٹائر ہو گئے لیکن یہاں سے آپ کے اس دور کا آغاز ہوا۔ جب ہر علمی اور ادبی ادارہ آپ سے مستفید ہونا چاہتا تھا۔ لہذا ریٹائرمنٹ کے بعد آپ

۸۰ فیصد پنشنرز کی طرح بوڑھے نہیں ہوئے بلکہ کام کرنے کا جوش اور ولولہ بڑھ گیا اور بہترین علمی ادبی اداروں کو ڈاکٹر وحید قریشی سے فیض پانے کا موقع ملا۔ اس طرح وہ اپریل ۱۹۸۳ء تا ۴ نومبر ۱۹۸۷ء صدر نشین مقتدرہ قومی زبان کراچی اسلام آباد رہے۔ اس کے بعد ۲۸ نومبر ۱۹۸۷ء تا ۲۶ مارچ ۱۹۹۴ء بزم اقبال، لاہور میں معتمد (اعزازی) کام کیا جبکہ دوسری جانب ۲۳ فروری ۱۹۹۱ء شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور نے آپ کا تقرر بطور پروفیسر شعبہ ابلاغیات (اعزازی) حمید نظامی چیئر پر کیا اور یہ آپ کے پاس ۳۱ دسمبر ۱۹۹۲ء تک رہی۔ اس کے علاوہ ناظم اقبال اکادمی پاکستان لاہور کا عہدہ ۹ ستمبر ۱۹۹۳ء تا ۱۲ جون ۱۹۹۷ء تک آپ ہی کے پاس رہا۔ ایک تجربہ کار استاد کی ضرورت سے کوئی یونیورسٹی انکار نہیں کر سکتی لہذا اورنیٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بطور وزٹنگ پروفیسر شعبہ اردو آپ کا تقرر کیا۔ یہاں آپ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۰ تا ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء رہے۔ علاوہ ازیں دوسرے علمی ادبی اداروں سے بھی وابستہ رہے اور ۱۰ نومبر ۱۹۸۶ء اردو اکیڈمی پاکستان (سابق مغربی پاکستان اردو اکیڈمی) نے بطور جنرل سیکرٹری (اعزازی) آپ کا تقرر کیا اور آج تک یہ وابستگی جاری ہے۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے آپ کا تعلق زمانہ شباب سے شروع ہوا تھا۔ یوں بھی اس دور کی وابستگیاں، چاہتیں، تاحیات انسان کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔ اسی فطری اصول کے تحت اور آپ کے اعلی علمی ادبی رہنے کے باعث ستمبر ۲۰۰۳ء میں جی سی یونیورسٹی کے ڈاکٹر وحید قریشی کو تاحیات ممتاز پروفیسر کا عہدہ دیا ہے۔

ادارتی خدمات

علمی ادبی کاوشوں کے ساتھ آپ کی ادارتی خدمات کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ سنین کے لحاظ سے یہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ کے پاس:

۱۔ مجلہ علمی، لاہور ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان ۱۹۶۴ء

۲۔ صحیفہ لاہور مجلس ترقی ادب ۱۹۶۲ء تا ۱۹۷۴ء

۳۔ مجلہ تحقیق، لاہور، جامعہ پنجاب ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۲ء

۴۔ اورنیٹل کالج میگزین لاہور، یونیورسٹی، اورنیٹل کالج، ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۲ء

۵۔ اقبال ریویو (اردو انگریزی فارسی)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۲ تا ۱۹۸۳ء

۶۔ اخبار اردو اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۷ء

۷۔ اقبال، لاہور بزم اقبال، ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۴ء

۸-مخزن لاہور قائد اعظم لائبریری، ۲۰۰۱ء تا حال اس کی ادارت کا قلمدار ہے

اعزازات

ایک ایسی ہستی جس کے کریڈٹ پر حیات کی سانسوں سے بھی زیادہ کام ہو، کیوں نہ وہ اعزازات سے نوازا جائے۔جی بالکل۔ڈاکٹر وحید قریشی ایسی ہی بھرپور شخصیت ہیں۔انہیں جو بہترین اعزازات حاصل ہوئے وہ یہ ہیں:

۱۔نیاز فتح پوری میڈل ۱۹۸۴ء

۲۔طفیل ایوارڈ، ۱۹۸۶ء

۳۔صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی حکومت پاکستان ۱۹۹۳ء

۴۔اقبال ایوارڈ، حکومت پاکستان ۲۰۰۳ء

ڈاکٹر وحید قریشی کا حلقہ کارکردگی لاہور یا اس کے گردونواح تک محدود نہیں رہا بلکہ آپ کانفرنسوں میں شرکت کے لیے پاکستان کے دوسرے شہروں اور بیرون ملک بھی گئے۔مثلاً پاکستان ہسٹری کانفرنس، پشاور (وقہ اور مقالہ ۱۹۵۴ء) (۲) بین الاقوامی غالب سیمینار جامعہ پنجاب لاہور (۱۹۷۰ء)، سیمینار برائے تدریس فارسی، وزارت ایران (مقالہ ۱۹۷۰ء) صد سالہ اقبال سیمینار، نئی دہلی بھارت (۱۹۷۶ء)، سعودی عرب بغرض سعادت عمرہ گئے علاوہ ازیں تاجکستان اور انگلستان کا سفر بھی کیا۔

تصانیف و تالیفات

ڈاکٹر وحید قریشی نے زندگی کے سفر سے جو کچھ حاصل کیا اسے قلم کی زبان دے کر قارئین تک پہنچایا۔ آپ کی مختلف موضوعات پر ۸۰ سے زائد تصنیفات اور تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔جن میں طبع زاد تخلیقات، تحقیقات، تنقیدات اور مرتبہ و مدونہ کتب کے علاوہ درسی کتب بھی شامل ہیں۔فہرست درج ذیل ہے

۱۔شبلی کی حیات معاشقہ، لاہور، مکتبہ جدید، (طبع اول) ۱۹۵۰ء لاہور، ٹی اینڈ ٹی پبلشرز، (طبع دوم) ۲۰۰۲ء

۲۔ A Critical Study--Insha Literature in Persian

۳۔میر حسن اور ان کا زمانہ (مقالہ برائے ڈی لٹ اردو)، لاہور، اردو بک اسٹال، ۱۹۵۹ء

۴-مطالعہ حالی (مجموعہ مقالات)، لاہور، اردو بک اسٹال، (طبع اول) ۱۹۶۱ء، لاہور، دار الادب، (طبع دوم بہ ترمیم و اضافہ(۱۹۶۶ء

۵-کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ (مجموعہ مقالات)، لاہور مکتبہ ادب جدید، ۱۹۶۵ء

۶- تنقیدی مطالعے (مجموعہ مقالات)، لاہور مکتبہ کارواں پریس، ۱۹۶۷ء

۷- نقدِ جاں (شعری مجموعہ)، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۸ء

۸- باغ و بہار ایک تجزیہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، (طبع اول) ۱۹۶۸ء، لکھنو، نصرت پبلشرز، (طبع دوم) ۱۹۸۲ء

۹- اورینٹل سٹڈیز (مجموعہ مقالات)، لاہور، زریں بک ایجنسی، ۱۹۶۹ء

۱۰- نذر غالب (مجموعہ مقالات)، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، (طبع اول) ۱۹۷۰ء، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، (طبع دوم با اضافہ ٹائپ ایڈیشن) ۱۹۷۰ء (طبع دوم) مجلس یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۱ء،

۱۱- پاکستان کی نظریاتی بنیادیں، لاہور، ایجوکیشنل ایمپوریم ۱۹۷۳ء

۱۲- قرآن حکیم کی روشنی میں تعلیم (پمفلٹ)، لاہور، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۷۵ء

۱۳ -۱۳- اقبال اور پاکستانی قومیت (مجموعہ مقالات)، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۷ء

۱۴۔ قائداعظم اور تحریک پاکستان (مجموعہ مقالات)، لاہور، مکتبہ عالیہ، (۱۹۷۷ء)

۱۵-Ideological Foundations of Pakistan، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، (طبع دوم) ۱۹۸۷ء

۱۶۔ پاکستانی قومیت کی تشکیل نو اور دوسرے مضامین، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء

۱۷۔ الواح (شعری مجموعہ، اردو پنجابی) فیصل آباد، قرطاس، اگست ۱۹۸۴ء

۱۸- دفتر اردو (پمفلٹ (۱۷)، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء

۱۹- اردو نثر کے میلانات (مجموعہ مقالات)، لاہور، مکتبہ عالیہ ۱۹۸۶ء

۲۰- قومی زبان اور ہمارا قومی تشخص (پمفلٹ (۳۰)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء

۲۱- اردو بحیثیت قومی زبان (پمفلٹ (۳)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء

۲۲- تحریک پاکستان کے ثقافتی عوامل (پمفلٹ ۶۵)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء

۲۳۔ ہمارا نظام تعلیم اور قومی زبان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء

۲۴- مقالات تحقیق (مجموعہ مقالات)، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء

۲۵- جدیدیت کی تلاش میں (مجموعہ مقالات)، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۳ء طبع دوم ۲۹۹۳ء

۲۶- افسانوی ادب (مجموعہ مقالات)، لاہور، مقبول اکیڈمی ۱۹۹۳ء طبع دوم ۲۰۰۳ء

۲۷۔ڈھلتی عمر کے نوحے (شعری مجموعہ)،

۲۸-اساسیات اقبال (مجموعہ مقالات)،لاہور، اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۹۶، طبع دوم ۲۰۰۳ء

۲۹-مطالعہ ادبیات فارسی (مجموعہ مقالات)،لاہور، یونیورسٹی اور نیٹل کالج،۱۹۹۶ء

۳۰-گستاخیاں (مزاحیہ مضامین کا مجموعہ)، غیر مطبوعہ۔

۳۱-اردو ادب کا ارتقا۔ایک جائزہ

گزشتہ ربع صدی میں اردو ادب کے منظر نامے میں جن محققین کو بطور محقق اور نقاد غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے ان میں ڈاکٹر وحید قریشی کا نام کئی پہلوؤں سے نمایاں ہے۔ان کی کئی حیثیات پہلے ہی سے مسلم تھیں مثلا ، استاد، نقاد، ، مورخ ، شاعر ، ماہر ثقافت، عربی و فارسی اسکالر، ماہر تعلیم اور علم و ادب کے دیگر کئی شعبوں میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔تحقیق کے ضمن میں ان کا کام غیر معمولی نوعیت کا حامل ہے ۔ اردو تحقیق کو سائنس کا درجہ دلانے میں ڈاکٹر وحید قریشی کا کردار بہت اہم ہے ۔ انہوں نے اردو تحقیق کو نہ صرف نئے اصول و ضوابط دیئے بلکہ عملی طور پر ان اصولوں کو برت کر بھی دکھایا۔ڈاکٹروحید قریشی کا تعلق جس تحقیقی دبستان سے ہے اس کی بنیاد تحقیق کے معلم اول حافظ محمود شیرانی نے رکھی تھی اور ڈاکٹر وحید قریشی اس دبستان کے آخری چراغ تھے۔

ڈاکٹر وحید قریشی ایک نابغہ روزگار تھے ۔ اپنی دیگر جہات میں قابل قدر کارنامے سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے تدوین و تالیف میں بھی ناقابل فراموش خدمات سر انجام دیں لیکن ان سب سے بڑھ کر ڈاکٹر وحید قریشی کی خوبی ان میں تحقیق کے مادے اور ایک کامیاب محقق کے اوصاف کا بدرجہ اتم موجود ہونا ہے ۔اسی خصوصیت نے ڈاکٹر وحید قریشی کو تاریخ میں ہمیشہ زندہ و جاوید کر دیا ہے۔ رفاقت علی شاہد نے ڈاکٹر وحید قریشی کے تحقیقی و ادبی کارناموں کی فہرست مرتب کرتے ہوئے کچھ ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنی ساٹھ سالہ ادبی زندگی میں اسّی سے زیادہ کتابیں تصنیف ، تالیف اور مرتب کیں۔سوا سو سے زیادہ تحقیقی اور تنقیدی تحریر کئے۔(۵)

شبلی کی حیات معاشقہ انیس سو اڑتالیس تا پچاس کا عرصہ شبلی شناسی کی پرسکون اور خاموش فضا میں ڈاکٹر وحید قریشی کے تحقیقی مقالے شبلی کی حیات معاشقہ میں ارتعاش و طوفان کا دور تھا۔یہ

وہ وقت تھا جب نفسیاتی تنقید ادبی حلقوں میں اپنی جگہ نہ بنا پائی تھی لیکن ڈاکٹر وحید قریشی نے شبلی نعمانی کے وہ خطوط جو انہوں نے عطیہ فیضی کو لکھے ، وہ فارسی غزلیات جو انہوں نے عطیہ فیضی کے ساتھ تعلق کے مختلف درجات پر لکھیں ،ان کی روشنی میں شبلی کی فرائیڈ کے طے کردہ اصولوں کے مطابق تحلیل نفسی کی، جس کی وجہ سے دیگر اکابرین کے علاوہ عطیہ فیضی کی طرف سے بھی سخت رد عمل کا سامنا کرنا پڑا مگر ڈاکٹر وحید قریشی نے سب اعتراضات کو مدلل انداز حل کیا۔ روبینہ ناز نے اپنے پی-ایچ -ڈی کے مقالے ڈاکٹر وحید قریشی کی علمی و ادبی خدمات میں ڈاکٹر وحید قریشی کے زیر نظر تحقیقی مقالے شبل کی حیات معاشقہ میں اسلوب تحقیق اور شواہد و ماخذ ات پر بات کرتے کرتے ہوئے کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"یہ ان کے اسلوب تحقیق کی پختگی ہے جو انہوں نے شبلی کی شخصیت کو ایک رخا بنا کر پیش نہیں کیا ۔انہوں نے خارجی اور داخلی دونوں طرح کی شہادتوں کے سہارے اپنا فیصلہ بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیا ہے --۔انہوں نے تحقیق سے شبلی کی زندگی کا خام مواد سے لے کر اسے تاریخی پس منظر میں دیکھا ۔ان رجحانات کا جائزہ لیا جو شبلی کی شخصیت کی تعمیر کی اہم وجہ بنے۔"(٦)

میر حسن اور ان کا عہد بحثیت موضوع ہمیشہ ہی ڈاکٹر وحید قریشی کا پسندیدہ رہا ہے۔ دراصل یہ ان کے ڈی -لٹ کے تحقیقی مقالے کا موضوع بھی ہے ۔ انہوں نے میر حسن کو ان کے عہد کے تناظر میں دیکھا ہے جو اس دور کا خاصا تھے۔اس ضمن میں۔ ان کی پیش کردہ تاریخیں اور سنین توجہ طلب ہیں جن کے ذریعے انہوں نے نتائج تک پہنچنے کی سعی کی ہے۔ اگرچہ یہ سوانحی تحقیق ہے اور اس میں اصل مواد اور بنیادی ماخذات بہت کم ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنی تحقیق کو دقیع بنانے کے لیے ماہر لسانیات ، یعنی زبان کے سر چشموں کی طرف بھی رجوع کیا اس طرح ان کی تحقیق سماجی اور تحقیقی دستاویز بن جاتی ہے ۔ یہ تحقیقی مقالہ ۱۹۵۹ء میں۔ منصۂ شہود پر آیا بعد ازاں ڈاکٹر وحید قریشی نے ۱۹۶۶ء میں مثنویات حسن(جلد اول)کو بھی مرتب کر کے شائع کروایا ڈاکٹر وحید قریشی کے شاگرد رشیدرفاقت علی شاہد کے مطابق ڈاکٹر صاحب کے میر حسن پر تحقیقی مقالے کے بعد دو محققین پاکستان اور بھارت سے میر حسن پر ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ کر کے ڈگری حاصل کی مگر۔ وہ دونوں ہی اس تحقیق میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ کر سکے جبکہ ایک بات واضح ہے کہ ڈاکٹر وحید قریشی کی

میر حسن کے علاوہ جواں بخت جہاں دار شاہ، میر شیر علی افسوس، اور کشن چند اخلاص وغیرہ پر بھی بیسیوں سال گزر جانے کے با وجود بھی ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیق حرف آخر ہے ۔

ڈاکٹر وحید قریشی کی ایک اور قابل قدر تحقیقی کاوش باغ و بہار کا تجزیہ ہے۔اس میں وہ ایک خاص تہذیب کو اس عہد کے آئینے میں پرکھتے اور اس عہد کے اجتماعی شعور اور لاشعور کے پس منظر میں وجود محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف سوالات مثلا میر امن کا تعلق کس دور سے تھا؟ اس قصے کا خالق کون ہے؟ قصے کے۔ مختلف اجزاء کس زمانے کی روایات سے میل کھاتے ہیں؟ اور میر امن نے اس قصے کی روانی اور سلاست میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے؟ کا سراغ لگا کر جواب پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیق کے مطابق میر امن کا تعلق محمد شاہی دور کے آخر یا احمد شاہی دور کے اوائل سے ہے۔ وہ باغ و بہار کا سن تالیف ماخذات اور دلائل کے ساتھ ۱۲۱۷ھ بتاتے ہیں۔ جبکہ قصے کا ماخذ نو طرز مرصع ہے جس کا خالق عطا اللہ خان تحسین ہے۔ یہ قصہ فارسی الا اصل تھا۔ڈاکٹر وحید قریشی اس بات کا بھی سراغ لگاتے ہیں کہ جان گلکرائسٹ جو اس قصے کا ٹھٹھ ہندوستانی میں ترجمہ کروانا چاہتا تھا اس کے لیے۔ سادی اور سہل اسلوب کیوں اپنایا گیا اور یہیں وہ اس بات کا تعلق مختلف شواہد سے نادر شاہی حملوں سے جوڑ کر داخلیت کے رجحان اور احساس اور جذبے سے جوڑ کر باغ و بہار کی نثر کو زندہ نثر کہتے ہیں۔۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے میر امن کے دور کی سماجی اور عصری صورت سے حال سے اپنے تحقیقی عمل کے ماخذ تلاش کیے اور دریافت کے مراحل میں سمو دیا ان کی تحقیق اس داستان کو نئے انداز سے ہمارے سامنے لاتی ہے شبلی کے حیات معاشقہ میں تحقیق کے دوران ڈاکٹر وحید قریشی ایک محسب نظر اتے ہیں لیکن باغ و بہار کے تحقیقی تجربے کے دوران وہ محقق نقاد اور تجزیہ نگار نظر اتے ہیں ان کی تحقیق ان کی تنقید اور ان کی تنقید ان کی تحقیق کو مکمل کرتی ہے۔(۷)

تحقیق کے سلسلے میں دیگر تحریروں کے علاوہ ایک اہم کتاب مقالات تحقیق ہے۔ جس میں عملی اور نظری تحقیق کے مضامین موجودہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی نے مقالات تحقیق کو ۱۶ اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔جو ذیل میں تحریر کیے جارہے ہیں:

(۱) پاکستان میں اردو تحقیق کے دس سال ۱۹۵۴ء-۱۹۶۸ء۔ پنجاب یونیورسٹی کا ایک تحقیقی مقالہ (۲) مثنوی کدم راو پدم راو۔ دیوان شوق-ایک جائزہ۔(۳) حالات حسن کے دو ماخذ۔ سحر البیان کا ایک نادر قلمی نسخہ۔ میر حسن اور سحر البیان۔ خوان نعمت-ایک محاکمہ۔ مقدمہ مثنویات میرا۔ جہاندار شاہ۔(۴) مقدمہ کلام آتش-ایک جائزہ۔

گلستان سخن-ایک تجزیہ۔(۵) بنیادی اردو-ایک تجزیہ۔ حوالہ جات قانون فوجداری پر ایک طائرانہ نظر۔ مشرق میں فہرست سازی کی روایت۔ کتابیات تحقیق و تدوین۔ کتاب نامہ شبلی پر ایک نظر (۶) فن تاریخ گوئی۔(۸)

مندرجہ بالا فہرست کو دیکھتے ہوئے ہم مقالات تحقیق کو تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں

۱. نظریاتی تحقیق
۲. عملی تحقیق
۳. تحقیقی و تنقیدی کتب پر تبصرے

پہلا حصہ نظریاتی تحقیق پر مشتمل ہے جس میں ڈاکٹر وحید قریشی نے تحقیق کی صورتحال بیان کی ہے اور اس کا دائرہ کار ابتدا سے تا حال رکھا ہے ڈاکٹر وحید قریشی اس مضمون کو منطقی تربیت کے ساتھ نو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں وہ اردو تحقیق کا اغاز سر سید سے کرتے ہیں اور پھر بیسویں صدی میں اس کے مکمل اور باقاعدہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اردو میں ادبی تحقیق کا اغاز یوں تو دور سر سید سے ہوتا ہے حالی شبلی ازاد اور سر سید کے ہاں تصحیح متن اور مقالات میں تحقیقی شعور کی کچھ جھلکیاں ملتی ہیں لیکن باقاعدہ طور پر اردو تحقیق کی روایت پہلی جنگ عظیم سے شروع ہوتی ہے۔"(۹)

اس پہلے جزو میں اردو تحقیق کا اغاز کے علاوہ ڈاکٹر وحید قریشی تحقیق و تدوین کا رشتہ مسلمانوں سے جوڑتے ہیں اور مزید اگے چل کر تحقیق و تدوین کی خصوصیات قواعد و ضوابط اور خامیاں بھی پیش کرتے ہیں اس کے بعد وہ تحقیق کو مختلف دبستان اور مراکز میں تقسیم ہوئے تحقیقی نظریات و خصوصیات کی جامعیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں دوسرے جزو میں قیام پاکستان کے بعد پاکستان اور بھارت میں تحقیق کی رفتار اور معیارات کا تقابلی جائزہ کرتے ہیں:

> "پاکستان میں تحقیقی کام کی رفتار سست رہی ہے بھارت میں اردو دشمنی کی قوی ہر اور حکومت کی معاندانہ روش کے باوجود اردو تحقیق میں جس معیار کا کام ہوا ہے ہمارے عملی سرمائے میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا"۔(۱۰)

تیسرے جز و میں پاکستان میں تحقیق کے معیار بلند نہ ہونے کے اسباب ، چوتھے جز میں سہل نگاری کے مظاہر، پانچویں جزو میں تحقیق کے غلط رجحانات ، چھٹے جزو میں تحقیقی اداروں کی سرگرمیاں بیان کی گئی

ہیں جبکہ ساتویں جزو میں ناشروں اور جامعات کا ذکر ہے ، آٹھویں جزو میں یونیورسٹی کمیشن رپورٹ، اور نویں حصے میں تمام معلومات کے نتائج کا ذکر ہے۔

دوسرے مضمون میں جس کا نام پنجاب یونیورسٹی کا ایک تحقیقی مقالہ اس میں ڈاکٹر رضیہ نور محمد کے مقالے اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تجربہ کیا گیا ہے ابتدا میں ڈاکٹر صاحب نے اس مقالہ کو تحقیقی قرار دیا ہے جبکہ اخر میں اسے تنقیدی حوالے سے اہم قرار دیتے ہیں اور اس کی اشاعت پر بھی زور دیتے ہیں۔

مجموعی طور پر مکالے کی بنیادی اہمیت تحقیقی سے زیادہ تنقیدی ہے اور یہ اس لحاظ سے اس قابل ہے کہ اسے شائع کرنے اردو ادب کی تاریخ کے بعض خلا پر کر دیے جائیں۔(۱۱)

ڈاکٹر وحید قریشی کے تحقیقی مضامین میں ان کے اصول تحقیق جابجا منتشر صورت میں ملتے ہیں جن کو جمع کر کے ان کے نظریہ تحقیق یا اصول تحقیق کو متعین کیا جا سکتا ہے ۔پاکستان میں تحقیق کی صورتحال پر بات کرتے ہوئے تحقیقی معیار بلند ہونے کی وجہ فرصت اور علمی تگ و دو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ذہنی سکون کے رخصت ہو جانے سے وہ فرصت اور علمی تگ و دو وہ انہاک باقی نہ رہا جو کسی اعلی پائے کے علمی کام کے لیے ضروری ہے "ڈاکٹر وحید قریشی علمی سرمائے اور لائبریریوں کا ہونا بھی لازمی قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے بغیر تحقیق کا کوئی وجود نہیں وہ لکھتے ہیں ادبی تحقیق اعلی علمی سرمائے اور عمدہ لائبریریوں کے بغیر مشکل ہے۔"(۱۲)

ڈاکٹر وحید قریشی علمی سرمائے اور لائبریریوں کا ہونا بھی تحقیق کے لیے لازم قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر تحقیق کا کوئی وجود نہیں۔"ادبی تحقیق اعلی علمی سرمائے اور عمدہ لائبریریوں کے بغیر مشکل ہے۔(۱۳)

ادبی تحقیق کی راہ میں حائل مسائل اور ضروریات پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

> "اعلی پائے کی تحقیق کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں مواد کی فراہمی، فرصت اطمینان اور مناسب مالی حوصلہ افزائی کو بہت اہمیت حاصل ہے ایک نوزائیدہ مملکت میں جہاں قوم کا ہر فرد جلب منعفت کی دوڑ میں مصروف ہو اس فرصت اور اطمینان قلب کا میسر انا ممکن نہیں جو تحقیق کے لیے ضروری ہے۔"(۱۴)

ڈاکٹر وحید قریشی تحقیق کا یہ اصول بھی متعین کرتے ہیں کہ اگر کسی مصنف یا شاعر کے متعلق مستند معلومات میسر ہوں تو مصنف یا شاعر کی خود کی لکھی ہوئی تصانیف ہی بنیادی ماخذ کے طور پر کام ا سکتی ہیں میر حسن کے حالات زندگی پر حتی الامکان کوشش کرنے کے بعد روشنی نہ ڈال سکنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:"اب لے دے کے میر حسن کی اپنی تحریریں ہیں جن پر زیادہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔(۱۵)
ڈاکٹر وحید قریشی کے متعدد مضامین میں دی گئی تجاویز سے بھی اصول تحقیق متعین کیے جا سکتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں:

- املا سے واقفیت
- ،تاریخی شعور
- ، سہل نگاری سے گریز
- ، تاریخ گوئی کا علم
- ، تحقق و تنقید کا باہمی تعلق
- ، استخراج نتائج تحقیق
- ،تنگ نظری اور سبقت لے جانے کی تگ ودو سے گریز

نظریاتی تحقیق کے ضمن میں زیر بحث لائی گئی وہ تمام باتیں اور نکات جو ڈاکٹر وحید قریشی کے اصول تحقیق کو واضح کرتے ہیں ان کی عملی تحقیق میں واضح طور پر دیکھے بھی جا سکتے ہیں مثال کے طور پر ڈاکٹر وحید قریشی واقعات و حالات کو سنین اور حوالوں سے بیان کرنے کے حق میں بات کرتے ہیں تو یہ خصوصیت ان کی تحقیق میں بھی نظر اتی ہے انہوں نے میر حسن کے حالات مثنوی نظامی سحر البیان کی خصوصیات تہذیب اور معاشرے کی عکاسی خوان نعمت مثنویات حسن دیوان جہاندار کو تاریخی واقعات و حالات کے پس منظر میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
میر حسن کے ۲۴ نسخے معلوم ہے اور ان میں سے کم از کم ۲۰ نسخے آج تک موجود بھی ہیں نسخوں کی اہمیت کا تعین متون کی درستی اور قدامت تحریر پر منحصر ہے زیل میں ان نسخوں کی فہرست دی جاتی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ یہ اعتبار قدامت موتی محل کا نسخہ جو ۱۱۹۲ھ کا مکتوبہ ہے) سب سے قدیم ہے اس کے بعد کتب خانہ رامپور کا نسخہ (۱۲۵۳ھ)اور پھر علی گڑھ کے نسخے (۱۲۴۷ھ)اذاں بعد خدا

بخش پٹنہ لائبریری ۱۲۵۴ھ کا نمبر آتا ہے برٹش میوزیم کا نسخہ ۱۲۵۹ھ کا مکتوبہ ہے علاوہ ازیں متن کی صحت کے اعتبار سے بھی مشکوک ہے اس لیے اسے اہم نسخوں میں شمار کرنا صحیح نہ ہوگا لٹن لائبریری کے نسخے کا متن بھی ہر جگہ قابل اعتماد نہیں ہے۔(۱۶)

تحقیق و تنقیدی کتب پر تبصروں کی مد میں ڈاکٹر وحید قریشی کا تبصرہ نہایت ہی جاندار حقیقت پر مبنی اور کھرے اور کھوٹے کو ایک کرتا ہوا نظر آتا ہے مثال کے طور پر دیوان حسن شوقی کی تدوین پر تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی کو محقق کے ساتھ ساتھ نقاد بھی قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

> "تحقیق و تصحیح کا یہ اہتمام جو انہوں نے کیا ہے اس کی توقع کسی نقاد سے نہیں کی جا سکتی تھی اس لیے کہ تحقیق اور تنقید اردو میں اس طرح الگ الگ خانوں میں بٹ چکے ہیں کہ نقادوں کے نزدیک کسی ادب پارے سے تنقیدی نکات کا استخراج دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔"(۱۷)

غالب شناسی کے طور پر ڈاکٹر وحید قریشی کی اہمیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ 25 اپریل 1973 سے لے کر 19 82 تک پنجاب یونیورسٹی میں غالب پروفیسر کے طور پر فائض رہے ہیں ان کی نگرانی میں ایک ریسرچ اسکالر محمد ایوب شاہد نے شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ کے عنوان سے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا اور ان کا مقالہ پاکستان اردو اکیڈمی لاہور سے دو جلدوں میں چھپ چکا ہے نظر غالب ڈاکٹر وحید قریشی کے مقالات کا مجموعہ ہے جن میں ایک تحقیقی مضمون جبکہ باقی تنقیدی مضامین ہیں ان میں سے کچھ مطبع ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ نظر غالب میں اٹھ مقالات ہیں ڈاکٹر روبینہ ناز ڈاکٹر وحید قریشی کی غالب شناسی کے متعلق لکھتی ہیں:

> "ڈاکٹر صاحب نے غالب کو ہر پہلو سے سمجھا اور اس کو بیان کیا اس کے ساتھ ساتھ نفسیات سے گہرے لگاؤ اور مطالعے انہیں غالب کی نفسیاتی سطح پر تشریح کی طرف مائل کیا۔"(۱۸)

ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیق محنت اور عرق ریزی کا منہ بولتا ثبوت ہے ڈاکٹر وحید قریشی کے شاگرد رشید رفاقت علی شاہد اُنکی تحقیقی صلاحیتوں پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر صاحب میں تحقیق اور تجربے کی صلاحیت کمال تھی وہ کسی بھی تحقیق مقالے یا مضمون کا مطالعہ کرتے تو اس کے کمزور پہلوؤں اور مباحثات پر ان کی فورا نظر جاتی اور

وہ فلبدی شرع وست کے ساتھ اس کا محاکمہ کر ڈالتے ان کا حافظہ بلا کا تھا تحقیق ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔"(۱۹)

ڈاکٹر انور سدید ڈاکٹر وحید قریشی کی تحقیقی کاوشوں پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ اپنا ادبی مقدمہ کھلی کچہری میں لڑتے ہیں اور ان کی دستاویزی ثبوت بہت محنت سے تلاش کرتے ہیں۔"(۲۰)

ڈاکٹر وحید قریشی ایک نابغہ روزگار تھے ان کی تحقیق میں ذہن اور تخیل دونوں کی کار فرمائی ہے ان کی تحقیق میں غور و فکر کے ساتھ تجربے کا عنصر بھی موجود ہے وہ ایک محتسب کی طرح زیر تحقیق شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں اسی طرز تحقیق نے ان کی تحقیق کو لائق صد تحسین بنا دیا ڈاکٹر وحید قریشی کا انداز شگفتہ ہے وہ تنزیہ گفتگو بھی اس انداز سے کرتے ہیں کہ ناگوار نہ گزرے اور قاری ان کے الفاظ کی دل کشی میں کھو جاتا ہے۔ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال ان کے طرز تحقیق کو مزید دلکش بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اردو تحقیق اور اورئینٹل کالج لاہور کے نمائندہ محقق ہیں۔انہوں نے اس دبستان سے وابستہ خصوصیات کو اپنی تحاریر میں لاگو کیا ہے اور اردو ادب جو تحقیقی اور سائنسی اصول بخشے ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی نے اورینٹل کالج کی اساس کو زندہ رکھنے اور اور اسے مضبوط بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) گوہر نوشاہی مضمون ڈاکٹر وحید قریشی سوانح و شخصیت مشمولہ ارمغان علمی بپاس خدمات علمی و ادبی ڈاکٹر وحید قریشی مرتبہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، دیگر، لاہور ۱۹۹۸، ص ۵۳۶

(۲) گوہر نوشاہی: ایضا جس ۵۴۱

(۳) انٹر ویو وحید قریشی (ذوالفقار علی احسن) قومی ڈائجسٹ، دسمبر ۲۰۰۳ء، لاہور، ص ۱۶

(۴) گوہر نوشاہی مضمون ڈاکٹر وحید قریشی: سوانح و شخصیت محولہ بالا ص ۵۴۲

(۵) رفاقت علی شاہد، گوشہ مخزن، ماخوذ از اردو ادب، سہ ماہی، نئی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند)، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۱-۲۲ ایضا

(۶) روبینہ ناز، ڈاکٹر وحید قریشی کی علمی و تحقیقی خدمات (تحقیقی مقالہ)، اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۳۹

(۷) روبینہ ناز، ڈاکٹر وحید قریشی کی علمی و تحقیقی خدمات (تحقیقی مقالہ)، اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۴۹

(۸) ڈاکٹر وحید قریشی، مقالات تحقیق، لاہور، لنک میکلورڈ، (بار اول)، ۱۹۸۸ء، ص ۷

(۹) ایضا، ص ۹

(۱۰) ایضا، ص ۱۳

(۱۱) ایضا، ص ۲۹

(۱۲) ایضا، ص ۱۲

(۱۳) ایضا، ص ۱۳

(۱۴) ایضا، ص ۱۵

(۱۵) ایضا، ص ۴۷

(۱۶) ایضا، ص ۱۰۰

(۱۷) ایضا، ص ۳۹

(۱۸)روبینہ ناز، ڈاکٹر وحید قریشی کی علمی و تحقیقی خدمات (تحقیقی مقالہ)، اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۱۲۴

(۱۹)رفاقت علی شاہد، گوشہ مخزن، ماخوذ از اردو ادب، سہ ماہی، نئی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند)، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۴

(۲۰)ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، صاحب آباد (یوپی)، نائیس پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۰